احمد معاویہ

اسلاف کے مزاحمتی کردار کے امین

اپنے دین و مذہب تہذیب و تمدن، افکار و خیالات، اور معاشرتی روایات کے تحفظ و بقا کیلئے ہر قوم اور گروہ پوری کوشش اور جدوجہد کرتا ہے۔ اگر ضمیر مردہ نہ ہو گیا ہو، غیرت و خودداری کو دفن نہ کر دیا گیا ہو، اگر شجاعت و تہور کی جگہ سستی اور بزدلی نے نہ لے لی ہو تو قومیں اپنے دینی و مذہبی مسلمات اور اسلاف کی روایات کے تحفظ کیلئے ہر جبر سے ٹکرا جاتی ہیں اور سر دھڑ کی بازی لگا کر ان کی حفاظت کرتی ہیں.... اس عمل یا رد عمل کو مزاحمت کا نام دیا جاتا ہے۔

احرار کا ماضی و حال اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اس نے ہر جبر کے خلاف مزاحمت کا علم بلند رکھا۔ یہ جبر چاہے انگریزی استعمار کی شکل میں ہو، انگریز کے خود کاشتہ پودے قادیانیت کی شکل میں ہو، یا کشمیر میں ڈوگرہ راج کی شکل میں، طاغوت کے نظام ہائے باطلہ کمیونزم، سوشلزم اور جمہوریت کی شکل میں ہو یا ان نظام ہائے باطلہ کے خلاف علم بلند رکھتے ہوئے اپنوں کی مخالفت و عداوت کی شکل میں یا روافض کی طرف سے تاریخ اسلام میں لگائے گئے ڈائنامائٹ کی صفائی کی بات ہو..... احرار نے اپنے دینی و ملی فریضہ کو نبھاتے ہوئے ہمیشہ سر دھڑ کی بازی لگا کر قوم کی صحیح راہنمائی کی۔ تحریک کشمیر، تحریک تحفظ ختم نبوت، اور انگریز کے خلاف، حصول آزادی کیلئے احرار کی قربانیاں اس کی زندہ و جاوید مثالیں ہیں۔

احرار کے جن اکابر نے پوری جوانمردی و ثابت قدمی کے ساتھ اس مزاحمتی کردار کو نبھایا ان میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، مولانا گل شیر شہید، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا مظہر علی اظہر، مولانا غلام غوث ہزاروی، جانباز مرزا، سائیں محمد حیات پسروری، علامہ انور صابری دیوبندی اور شورش کاشمیری کے علاوہ ایک اور نام احرار کی تاریخ میں پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا ہے اور وہ نام ہے سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا، جو ان اکابر کے ہم عصر تو نہ تھے مگر ان کی جملہ روایات کے امین تھے۔ سید ابوذر بخاریؒ کو اس عالم فانی سے رخصت ہوئے دو برس ہو چکے مگر

ابھی سینوں میں لہراتے ہیں تیری یاد کے پرچم
ابھی تک ثبت ہیں مہریں دلوں پر بادشاہت کی!

کا معاملہ ہے ان کی قومی و دینی خدمات، تحفظ ختم نبوت، تحفظ ناموس اسلام، تحفظ ناموس ازواج و اصحاب رسول سلام اللہ علیہم کے سلسلہ میں ان کی قربانی و جاں فشانی نے اکابر احرار کے مزاحمتی کردار کو ساری عمر تازہ کئے رکھا۔

سید ابوذر بخاریؒ کی قیادت نے جس عہد ستم میں آنکھ کھولی، وہ عہد فتنۂ قادیان، فتنۂ رفض اور روس و امریکہ کے اشتراکی و جمہوری خبائث سے معمور تھا۔ نام نہاد ترقی پسندوں، دین و مذہب کے خلاف بکواس لکھنے والے ادیبوں، شاعروں اور اہل صحافت کا دور دورہ تھا.... طرفہ تماشا یہ کہ وارثان منبر و محراب اور جلوہ نشینانِ

مسندِ ارشاد بھی ان ابالسۂ ارض کے قدم بقدم اور شانہ بشانہ چل کر اپنے تئیں دین اسلام کی "حفاظت" کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔

اس ماحول میں امیر شریعت کے اس فرزند دلبند نے تحریر و تقریر اور شعر و ادب کے ذریعے ان دشمنانِ دین کے خلاف بھرپور مزاحمت کی، ان کی فکری کجی اور علمی گمراہی کو ہر سٹیج پر عریاں کیا۔ وہ ماحول میں پھیلے ہوئے گمراہی کے علمبرداروں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

ایک مجہول ثقافت کے علمبردارو!
ایک لاریب صداقت کا گناہ گار ہوں میں
ایک گمراہ تفکر کے پرستار ہو تم
ایک پائندہ ہدایت کا خریدار ہوں میں
تم ہو سفاک امارت کے لٹیرے قاصد
ایک تفویض امانت کا نگہدار ہوں میں
ایک پوشیدہ خباثت کے فسوں کار ہو تم
ایک معروف دیانت کا پرستار ہوں میں

انہوں نے مذہب بیزار عناصر کا منہ توڑ جواب دینے کیلئے "نادیۃ الادب الاسلامی" کے نام سے علمی و فکری اور ادبی مجلس بھی قائم کی اور سہ ماہی "مستقبل" جاری کیا۔ یہ رسالہ اپنے علمی و فکری مضامین کی وجہ سے جلد ہی مقبول خواص و عام ہوا...... ابھی یہ جریدہ اپنے عروج کی منزل کو نہ پہنچ پایا تھا کہ تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کا ہنگامہ خیز دور شروع ہو گیا۔ احرار ہی اس تحریک کے بانی و محرک تھے۔ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت میں احرار کے مہیا کردہ پلیٹ فارم سے ملک کی تمام دینی جماعتوں نے حصہ لیا۔ تحریک کی ابتدا ہوئی تو ریاستی جبر و قہر ایک آفت ناگہانی بن کر مجاہدین ختم نبوت پر ٹوٹ پڑا۔ حکومت میں چھپے ہوئے قادیانی غنڈوں کی سازشوں کی وجہ سے تحفظ ختم نبوت کا جائز و اصولی مطالبہ کرنے والے ہزاروں نہتے کارکنوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ سینکڑوں کی لاشوں کو غائب کر دیا گیا۔ یہ وہ دور تھا جب موت دندناتی پھر رہی تھی اور تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ کرنے والے کارکنوں کو بندوق کی گولیاں تلاش کر رہی تھیں۔ اس تحریک کی قیادت امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کر رہے تھے۔ حضرت ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے والد گرامی کے قدم بقدم اس تحریک میں شامل تھے۔ ان پر بھی کئی ایک مقدمات قائم ہوئے اور گرفتاری کے آرڈر جاری ہوئے۔ چونکہ مرکزی قیادت جیلوں میں پہنچ چکی تھی۔ اس لئے سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو قائدین کے حکم پر روپوش ہونا پڑا۔ پولیس نے ان کی عدم موجودگی میں گھر پر چھاپہ مارا۔ نہ ملنے کی صورت میں حرم امیر شریعت کو وہ مغلظات سنائی گئیں کہ شرم و حیا سر پیٹ کے رہ گئی اور انسانیت چیخ اٹھی۔ روپوشی

کے ان صبر آزما اور حوصلہ شکن ایام میں جبکہ تحریک کی لَو حکومتی مظالم کی وجہ سے مدھم پڑ چکی تھی سید ابوذر بخاری کے احساس فکر و خیال کے آئینہ سے منعکس ہو کر اشعار کی صورت میں ڈھلتے ہیں تو یوں گویا ہوتے ہیں۔

بہا خونِ مسلماں جب نبوت کے تحفظ پر — تو میں سمجھا کہ پھر سے فتنہ ترک و تتار آیا
بڑھے مقتل کی جانب سر ہتھیلی پہ لئے عاشق — یہ دیوانوں کی عید آئی کہ وقت گیر و دار آیا
ملا ہے یہ ثمر فصل بہاراں کی تمنا پر — کہ پھولوں کے لہو سے خشک کانٹوں پہ نکھار آیا
یہاں اظہار حق ہے جرم غداری کے ہم معنی — محمد کے غلاموں کو یہاں پیغام دار آیا
فرنگی کی شریعت کا یہاں اقرار لازم ہے — محمد کی نبوت کا بدل، یہ مستعار آیا

مگر سید ابوذر بخاری ان خونی حالات کی وجہ سے اپنی قوم سے ناامید نہیں ہوتے۔ وہ پوری جرأت و بسالت کیساتھ اپنے پیغام حق کا صور پھونکتے ہیں، انہیں یقین ہے کہ ایک دن آئے گا کہ جبر کو گھٹنوں کے بل جھکنا پڑے گا، چنانچہ وہ ملت اسلامیہ کو پیغام دیتے ہیں۔

وہ شب ڈھلکنے لگی ہے سحر ہمکنے لگی ہے — خزاں دبکنے لگی ہے، گلوں کا دل نہ دکھاؤ
ہوا سنکنے لگی ہے کلی چٹکنے لگی ہے — فضا مہکنے لگی ہے چمن کو نہ بھول جاؤ
یہ قادیانی لٹیرا، فرنگی گھاگ سپیرا — نفاق جس کا پھریرا ہے، ربوہ جس کا پڑاؤ
اٹھا دو اس کا یہ ڈیرا، یہ ارتداد بسیرا — لگا کے ایک پھیرا، اسے بھی کلمہ پڑھا دو

سیدنا معاویہ سلام اللہ ورضوانہ علیہ حضور نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی مبین ہیں۔ ان کی ذات گرامی کو ایرانی سازش، یہود و مجوس کی ملی بھگت سے تاریخ کے گرد و غبار کی آلودگیوں میں چھپا دیا گیا۔ ہر کوئی روافض کے مسلسل اور طویل پراپیگنڈے کے بعد یہی باور کرنے لگا کہ معاذ اللہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سلطان جائر، خائن، اقربا پرور، اور نجانے کیا کچھ تھے۔ علماء بھی مجوسیت کے اس مزموم و مسموم پراپگینڈے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہوں نے بھی روافض کی غلاظت بھری مکذوبہ روایات کو آنکھوں پہ پٹی باندھ کر تسلیم کرنا شروع کر دیا۔ "معاویہ" کو معاذ اللہ گالی کا نشان بنا دیا گیا۔ رافضیت نے مسلمانوں کے مسلمہ دینی عقائد کو ڈائنامائٹ کر دیا..... ایسے ماحول میں سید ابوذر بخاریؒ نے تاریخ کے گرد و غبار اور جھاڑ جھنکار کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے صاف کیا۔ صحابہ کرام کی ذات کو قرآن و حدیث اور تاریخ کی صحیح و مستند روایات کی روشنی میں اجلی اور دمکتی شخصیات کے طور پر پیش کیا۔ سید ابوذر بخاریؒ نے مدحِ صحابہ کو عام کرنے کیلئے ۱۹۶۱ء میں سب سے پہلا یوم معاویہ منایا۔ یہ کوئی چھوٹا "جرم" نہ تھا۔ رفض کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہو گیا۔ ان کے کفر و ضلال کی عمارت دھڑام سے نیچے آ گری، چنانچہ سید ابوذر بخاری کو صلہ میں کیا ملا خود انہی کی زبانی سنئے......

"دعویٰ کروں تو غلط نہیں ہے کہ ملک میں یہ آگ میں نے ہی لگائی ہے۔ اس ملک میں سب سے پہلی مرتبہ، ۱۹۶۱ء کے ستمبر میں، سب سے پہلا وہ شخص میں ہوں جس نے "یوم معاویہ" منانے کی داغ بیل ڈالی، ملتان میں! پابندیاں قبول کیں، جیل جانا قبول کیا، لاکھوں گالیاں کھائیں، ساتھیوں کو پٹوایا، گھروں پہ گالیوں کی بارش ہوئی، آگ لگائی گئی، دس بارا چوریاں ہوئیں، قاتلانہ حملے ہوئے بائیکاٹ ہوا"

مگر اس مرد حق آگاہ نے اپنی آواز میں لرزش و کمزوری نہیں آنے دی بلکہ پوری قوت کیساتھ ابن سبا کی نسل بد کو للکارا، عجمی سازش کے تار و پود کو بکھیر کے رکھ دیا۔ اس راہ میں انہوں نے کوئی سی مفاہمت اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے برسر میدان اعلان کہا کہ

بندش زبان پر ہو کہ پہرے قلم پہ ہوں — یوں جوش انتقام بجھایا نہ جائیگا
نور نگاہ سیدہ بندہ کا مرتبہ — کوئی بھی ہو کسی سے گھٹایا نہ جائیگا
واجب ہوا ہے ہم پہ دفاع معاویہ — دامن معاویہ کا چھڑایا نہ جائیگا
ابن سباء کی نسل بھی سن لے یہ واشگاف — نام معاویہ کو مٹایا نہ جائیگا
کٹتا ہے سر، تو کٹ گرے لیکن سبائیو! — پرچم معاویہ کا گرایا نہ جائیگا

سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے ابن سبا کی نسل کے خلاف اپنی جدوجہد کے سلسلہ میں تحریک تجدید اسماء الصحابہ کو جاری کیا۔ سب سے پہلے اپنے حلقہ میں صحابہ کے ناموں کی ترویج دی۔ پھر اس عمل کو بتدریج آگے بڑھایا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ قریہ قریہ گلی گلی معاویہ، مغیرہ، عثمان، مروان اور دیگر صحابہ کے نام گونج رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ کہ اس تمام تحریکی عمل کے باوجود کہیں کوئی فرقہ وارانہ تشدد کا واقعہ نہیں ہوا۔ کوئی قتل نہیں ہوا۔ سید ابوذر بخاریؒ نے جذبات کی رو میں بہہ کر بات نہیں کی بلکہ قرآن و حدیث اور سیرت و تاریخ کی روشنی میں دلائل و براہین کا انبار لگایا۔ لوگوں کے قلوب و اذہان کو حق کی طرف موڑا، انہیں تحفظ ناموس صحابہ کا فکر و شعور بخشا۔ رافضیت، خارجیت اور خمینیت کے خلاف علمی جنگ لڑی، اور ساری عمر اسی راہِ عزیمت پر عمل پیرا رہے۔ حق بیان کرتے ہوئے کسی بڑے سے بڑے جبے قبے اور طرّے کو خاطر میں نہیں لائے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک تقریر میں فرمایا تھا!

(پنجابی میں) ساڈی اک رسم ہے، ساڈا اک کردار ہے۔ حق سننا، حق منا، تے حق آکھدیاں مر جانا، بھانویں کجھ ہو جاوے"

حضرت ابوذر بخاری، ابا کے اسی قول کو نبھاتے ہوئے ساری زندگی بتا گئے۔

جانشین امیر شریعت کو صرف باطل قوتوں کے خلاف مزاحمت نہیں کرنا پڑی بلکہ اپنوں کے تیر و نشتر سے لگنے والے زخم بھی سہنا پڑے۔ جب حضرت سید ابوذر بخاریؒ نے وارثان محراب و منبر کو ان کی عملی اور فکری کجی پر ٹوکا، ان کی سیاسی قلا بازیوں، اور سراسر کفریہ و شرکیہ جمہوری نظامِ ریاست کیلئے جنگ

لڑنے پر انہیں ان کا اصل مقام و منصب یاد دلایا، تو طبقہ علماء ان سے نالاں رہنے لگا۔ یہاں تک کہ علماء کی جناب میں اس گستاخی پر سید ابوذر بخاریؒ کو یہ سزا بھگتنا پڑی کہ جُبّہ و دستار کے حاملین نے اپنے مدارس میں (جنہیں وہ اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں سمجھتے ہیں)، داخلہ بند کیا۔ شاہ جی کو اس طبقہ نے کبھی خارجی کا لقب عطا کیا تو کبھی یزیدی ہونے کا الزام دھرا۔ شاہ جی کی صاف گوئی اور بے باکی کو ہٹ دھرمی اور ضد پر محمول کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی پر یہ لوگ ڈٹے ہوئے ہیں۔ پے در پے دینی جماعتوں کی شکست وریخت، طبقہ واریت، ذاتی انا اور خواہش کی جنگ، عہدوں کی لڑائی، اور دین دشمنوں، ملحدوں، فحاشی و عریانی کے علمبرداروں کے پہلو بہ پہلو اور قدم بقدم چلنے پر طبقہ علماء کے ایک گروہ کے تحفہ میں "میڈم طاہرہ" آئی تو دوسرے طبقہ کے حصہ میں "مسرت شاہین"! یہ ذلت و رسوائی اور شکست و ہزیمت کی انتہا تھی۔ سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے بہت پہلے علماء کو متنبہ کیا تھا اور کہا تھا.......

"بعض علماء اور فریب خوردہ رہنما، دین اور قوم کا نام لے کر برسر کار ہونے والی جماعتیں، برسوں تک ہمارے ساتھ اس بحث و مناظرہ میں مصروف رہیں کہ آپ پہلے جمہوریت بحال کرالیں پھر اسلام آ جائیگا۔ میں نے پہلے مسلسل دو سال کہا، آج بھی کہتا ہوں کہ اسلام کو جمہوریت کی چادر میں لپیٹ کر لانے والو! دس سال تک جمہوریت کے نام پر اسلام کو رسوا کیا، اسلام نہیں آیا۔ پھر دس سال تک جمہوریت کو امارت و ڈکٹیٹر شپ کے دامن میں پالنے والوں نے ڈکٹیٹری کا کاروبار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدارت بھی گئی جمہوریت بھی گئی، اسلام پھر یتیم کا یتیم تھا۔"

"بد نصیب ہیں وہ علماء، بد نصیب ہیں وہ دینی جماعتیں اور وہ سیاسی لیڈر جو جمہوریت کا نام لے کر پرچم اٹھاتے پھرے، قیادت کا راگ الاپتے رہے۔ لیکن مسلمانوں کی قدر مشترک، مسلمانوں کی اجتماعیت کے نشان اور مرکزیت کی علامت "ختم نبوت" کیلئے ان کو اکٹھے ہونا یاد نہ آیا۔ آج سن لو جب تک اسلام کو اسلام کے نام سے نہیں لایا جائیگا، قیامت تک اسلام نہیں آئیگا۔ اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں، کوئی کافرانہ جمہوریت کوئی امریکی صدارت، کسی ماؤ، لینن اور سٹالن کا کفریہ نظام، سوشلزم اور کمیونزم اسلام کو نہیں لا سکتا۔ اسلام اپنے نام سے آئے گا اور کفر اپنے نام سے آتا ہے۔ جب تک مداریوں کی ان پٹاریوں کو کھول کر عوام کے سامنے عریاں نہیں کر دیا جائیگا۔ جب تک آپ کی قوت فکر و عمل ایک نہیں ہو گی، آپ لکھ لیں، آپ کی مساجد باقی نہیں چھوڑی جائیں گی، مدارس چھین لئے جائیں گے۔ دینی اداروں کو ختم کر دیا جائیگا۔ بخارا اور تاشقند کی یاد تازہ کرنے کا ناپاک پروگرام آؤٹ ہو چکا ہے"۔ ("برق و باراں" خطاب چنیوٹ مارچ ۱۹۷۲ء)

یہی وہ جرم تھا جس کی بنا پر جانشین امیر شریعت کے خلاف عبادالدنانیر اور عبادالدراھم نے مکروہ پراپیگنڈہ کیا.... اس دنیا میں رہتے ہوئے کسی شریف اور نیک طینت انسان کیلئے ماں ایک مقدس رشتہ کی حامل متاعِ حیات قرار دی جاسکتی ہے اور جب اس ماں کے روپ میں رابعۂ وقت، اہلیۂ امیر شریعت رحمہ اللہ ہوں تو سبحان اللہ! مگر ان شرعی لفنگوں، گدی نشینوں اور سراپا جہد و عمل اکابرین دیو بند کے نام پر لقمے توڑنے والوں نے کہا..... "امیر شریعت" کی اہلیہ کو مولانا مودودی ماہانہ پہنچاتے ہیں۔ ان کے اپنے بیٹے سخت

نافرمان ہیں، وہ اپنی ماں کو کچھ نہیں جانتے، نہ ڈھنگ سے خرچ دیتے ہیں" یہ کسی شریف النفس انسان کے خلاف نفرت و حقارت کی انتہا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ سید ابوذر بخاریؒ اس قسم کے نفرت انگیز پراپیگنڈے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں..... "قریباً ۱۸ برس سے بخاری اور اس کی جماعت کے متعلق انتہائی نفرت اور تحقیر آمیز جذبات مسلسل ابلتے چلے آ رہے ہیں اور آتش حسد و انتقام کی حدت و شرر باری مسلسل پھیلتی اور بہت سے بے خبر لوگوں کے دل و دماغ کو مسموم بناتی چلی جا رہی ہے" (صدائے حق صفحہ ۱۷)

کفریہ عقائد افکار کے خلاف مزاحمت کرنے کے جرم میں سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کو یہ صلہ ملا کہ ان کی..... انکی نہیں ہم سب کی..... سراپا عظمت و احترام، "ماں" کو بھی نہ بخشا گیا۔ کیا کہ عزیمت کے اس مقام پر کھڑا ہونے کا سوچا بھی جا سکتا ہے جس مقام پر قائد احرار سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ تھے..... سید ابوذر بخاری نے مبنی برحق نظریات نہیں بیچے، اسلاف کا نام لے کر چندے ہیر کھائے، نہ اپنے عظیم المرتبت باپ کے کفن کو تار تار کر کے روٹیاں توڑیں۔ جس بات کو حق جانا برسرعام بیان لیا۔ گو اس راہ میں انہیں شدید مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے بیگانے بن گئے، قدم قدم پہ مشکلات کے پہاڑ کھڑے کئے گئے۔

اپریل ۱۹۸۰ء میں خانپور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے دیوبندی مسلک کی تمام تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے انہیں اتحاد و اتفاق اور باہمی تعاون کے ساتھ چلنے پر آمادہ کرنے کیلئے ایک اہم اجتماع منعقد کیا۔ مجلس احرار اسلام کو بھی دعوت دی گئی۔ چنانچہ السید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ بھی اس اجتماع میں شریک ہوئے..... اس اجتماع میں ملک بھر کے علماء و مشائخ، مقررین، واعظین اور دینی تنظیمات کے امراء و نظماء پہنچے ہوئے تھے، شاہ جی رحمہ اللہ کے ہمراہ قائد محترم سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ بھی مدرسہ مخزن العلوم خان پور میں تشریف رکھتے تھے۔ پراپیگنڈا یہ کیا گیا اور حضرت درخواستی کو یہ بتایا گیا کہ "شاہؒ" کے دونوں بیٹے ہمارا جلسہ خراب کرنے کیلئے پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ بات جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ تک بھی پہنچ گئی۔ چنانچہ لازم ہو گیا کہ عوام الناس کو علماء کی موجودگی میں اپنے اصل اختلاف کی وجوہ بتائی جائیں اور اس مسموم پراپیگنڈے کا تسلی بخش جواب دیا جائے۔

سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے اس موقع پر کہا.....!

"سوال یہ ہے کہ عدم ارتباط کی وجہ کیا تھی اور کیا ہے؟ جب تک اسباب شکستگی معلوم نہ ہوں، وحدت و ارتباط دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں دیوبند میں نہیں پڑھا، میرا باپ، دیوبند میں نہیں پڑھا لیکن یہ بات کہہ دوں کہ اکابر دیوبند کے نام پر روٹیاں جھوٹے عاشقوں نے کھائی ہیں، جوتیاں ہم نے کھائی ہیں۔ میں روٹی کھانے والے عاشقوں میں سے نہیں ہوں۔ کراچی سے چترال تک میں، کبھی "امیر شریعت" اور "اکابر دیو بند" کے نام پر ایک پیسے، ایک ٹیڈی کے کروڑویں حصے کی بھیک مانگوں تو مجھ پر خدا کی لعنت! میں ان کے مشن کا پکارنے والا ہوں، میں ان کی دعوت کا سپاہی ہوں، میں ان کی جدوجہد کا حامی ہوں، ان کے نام پر ٹکڑے بٹورنے والا نہیں.... جب "اپنا" سمجھ کر بلایا ہے تو پھر اپنوں کی سنو اور زبانوں کو بدلو، رخ بدلو اپنے فکر و عمل کا، درس دیتے ہو لا تتخذ و اعدوی وعدوکم اولیاء درس حدیث پڑھتے ہو اتقوا فراسة

المومن تو وہ فراست کہاں گئی؟..... بھٹو دور حکومت میں صوبہ سرحد کے گورنر ارباب سکندر خان خلیل، جس کو آغا شورش نے بڑے اعتماد اور جوش و خروش کے ساتھ صوبہ سرحد کے "متقی گورنر" کا خطاب دیا تھا اس سب سے متقی گورنر نے راولپنڈی میں (قومی) اتحاد کی وزارت کے بعد جب بیان دیا کہ "ہم نہیں جانتے حدیث کو، وہ مشکوک چیز ہے، ہم قرآن کا احترام کرتے ہیں، زیادہ باتیں مت بناؤ۔ ہم تمہارے اسلامی نظام کی حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں"...... مجھے کوئی بتائے، کوئی میرا دیو بندی بزرگ اور نوجوان، کسی نے جواب دیا؟...... ایک عورت جس کی معیت میں ہمارے دوستوں بزرگوں نے جلوس نکالے تھے، یاد ہے اس کی گفتگو؟ اس نے کہا تھا زیادہ باتیں نہ بناؤ، ورنہ میں سارے راز کھول دوں گی۔ جواب دینا فرض تھا، بزرگوں کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے صرف یہ کہہ کر گزارا نہیں ہو سکتا کہ میں نسیم عبدالولی خاں کو بیٹی برابر سمجھتا ہوں اس لئے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ سات سلام اس جواب پر۔ ۴۸ء کے اواخر یا ۴۹ء کے اوائل میں احمد حلوہ مرچنٹ کی دکان کے افتتاح کے موقع جب ایک ہی اسٹیج پر سر ظفر اللہ بھی بیٹھا تھا اور علامہ شبیر احمد (عثمانی) کی کرسی کے مقابل دوسری کرسی پر ان کے پہلو میں فاطمہ جناح بیٹھی تھی تو حضرت مدنی کے معتقدین نے کہا کہ یہ اکابر کی شان کے خلاف ہے تو پھر اگر اسی طرح (قومی) اتحاد کی کسی جنرل میٹنگ میں شریک ہو کر ایک ہی صوفہ پر نسیم عبدالولی ہمارے کسی ہم مسلک عالم و مفتی کے پہلو میں بیٹھے گی تو کیا یہ اکابر کی شان کے مطابق ہے؟ قیامت آ جائے، میں اسے نہیں مان سکتا۔ یہ سیاست نہیں، دنیا داروں کی مکاری ہے۔ علماء کی سیاست وہی ہے جو محمود حسن کی تھی، جو شاہ اسمٰعیل شہید کی تھی، جو ابن حنبل کی تھی، جو ابن تیمیہ حرانی کی تھی" (طلوع سحر۔ طبع اول مطبوعہ ۵ مئی ۱۹۸۱ء)

سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ انہی علماء سیاست کو مخاطب کر کے کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں۔

میں اگر زلیخ تفکر کا گلہ کرتا ہوں — تم دلیلوں کے غبارے مجھے لا دیتے ہو
میرے معتوب سے ماحول کو مذہب کے عوض — کتنی تلبیس سے پیمانِ وفا دیتے ہو
میں اگر حکمت و الہام کا دیتا ہوں سبق — تم اسے جہل کے پردوں میں چھپا دیتے ہو
تم مساوات و اخوت کا امیں بن کر — بُغض و تفریق کا اک جال بچھا دیتے ہو
الغرض دین و سیاست ہو، معیشت یا معاد — ساری دولت، کو شکم پر ہی لٹا دیتے ہو

جب ہر طرف بغض و عناد اور مخالفت و منافرت کی آندھیاں اور جھکڑ چل رہے ہوں جب "اپنے" کہلانے والے آپ کو دھتکارنے لگیں، جب کفر شیطنت، شرک و بدعت، ضلال و گمراہی کا دور دورہ ہو تو بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو پورے عزم و استقامت کے ساتھ اپنے دین پر ڈٹ جائیں اور پھر اس دور ناہنجار میں؟..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یأتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر کہ عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اس زمانہ میں اپنے دین پر پوری طرح جما رہنے والا اس طرح ہو گا جیسے اس نے آگ کے انگارے کو مٹھی میں پکڑ رکھا ہو۔)

قائد احرار جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہ نے ساری عمر اپنے دینی اعتقادات، دینی اعمال، دینی افکار و نظریات کے تحفظ کیلئے انہی انگاروں پر زندگی گزار دی۔ انہوں نے انگاروں کی شاہراہ پر چل کر عظمت صحابہ و مدح صحابہ کا پرچم بلند رکھا، کبھی باطل نظریات کی طرف التفات نہیں کیا، حقیقت کے روپ میں کفر و نفاق کے ہجوم سے فریب نہیں کھایا۔ وہ پوری استقامت کے ساتھ مزاحمت کی اس شاہراہ مستقیم پر چلتے رہے۔ سید ابوذر بخاری کے اس کردار کی عظمت کا ثبوت اور ان کے مزاحمتی کردار کا نتیجہ یہ ہے کہ آج "نعرۂ صفدری، حق معاویہ" کا نعرہ بلند کرنے والے صحابہ کے پروانے بھی موجود ہیں اور "جمہوریت" مردہ باد کا نعرۂ رستا خیز بلند کرنے والے دیوانے بھی،...... قافلۂ حق و صداقت، قافلہ احرار سید ابوذر بخاری کی انہی روایات، نظریات اور جہد و کردار کا امین و آئینہ دار بن کر بڑی جرأت و عزم کیساتھ اس مزاحمتی کردار کو نبھانے کیلئے میدان عمل میں موجود ہے۔ سید [illegible] بخاری نے فرمایا..... "جب بادِ خزاں چلتی ہے تو سبز پتے بھی سوکھے پتوں کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں۔ برف باری ہوتی ہے تو بڑا قوی ہیکل، مضبوط جسم کا آدمی بھی وقتی طور پر سردی سے ٹھٹھر جاتا ہے، تیز لو چلتی ہے تو بڑے سے بڑا صحیح الحواس آدمی بھی لو کی لپیٹ میں کچھ دیر کیلئے مدھوش ہو جاتا ہے۔ لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے صحیح اعتقاد دیئے ہیں، صحیح قویٰ بخشے ہیں، وہ ان تمام حوادث کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کر کے اپنے رستے اور منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔"

الحمدللہ! جن بزرگوں کا دامن ہم نے پکڑا، جن بزرگوں کی قیادت ہمیں نصیب ہوئی، جن چہروں کی زیارت ہمارے مقدر میں تھی، جن جانبازوں کی رفاقت ہمیں میسر آئی، وہ دو لاکھ مجاہدین و شہدا کا انقلابی لشکر، سرخ پوشوں کا وہ لشکر، ان کی صحبت، رفاقت، اور محبت کے صدقہ میں اللہ کریم نے ہمیں یہ شرف عطا کیا کہ ہم نے کبھی بھی حق اور باطل کی آمیزش کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے اللہ کی طرف سے دی ہوئی عقل و فکر اور شعور کو استعمال کرتے ہوئے اپنا وہ اجتماعی فریضہ ہمیشہ ادا کیا کہ ہر کڑے اور مصیبت کے وقت میں اور ہر دھاندلی کے وقت میں فقیروں کا یہ ٹولہ حق و باطل کے امتیاز کا اعلان کرنے کیلئے برسر میدان رہا ہے۔"

(لمعات حق، خطاب رحیم یار خان مطبوعہ ۱۹۸۴ء)

* * *